OPEN ACCESS
ACTA ISLAMICA
ISSN (Print): 2411-7315
ISSN (Online): 2791-0067
https://aisbbu.com/

قرآنی تناظر میں تسخیرِ قمر سے متعلق قدیم فلاسفہ کی آراء کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical Study of the Views of Ancient Philosophers Related to the Conquest of the Moon in the Qur'anic Context

Dr. Zubair Tayyab
CEO, Hira Institute of Social Sciences Research and Development, Bahawalpur
zubitayyab@gmail.com

Dr. Muhammad Talha Hussain
Lecturer, Department of Fiqh and Shariah
The Islamia University of Bahawalpur.
talha.hussain@iub.edu.pk

Abstract

Allāh Ta'ālā, has repeatedly invited humans to explore the secrets of the universe, understand the stages of creation, and observe them. The Creator of the cosmos has spread His countless signs as an invitation for contemplation and deep reflection. By doing so, He intends for humans to ponder over these signs, read them, and choose the path of acquiring faith through thoughtful consideration. This is why when a person observes any part of the universe, everything appears as an invitation to reflection, opening up a world of divine knowledge. This article explores the intriguing intersection of Shari'ah law, ancient philosophy, and modern scientific advancements, focusing on the ambitious notion of claiming dominion over the moon. Drawing on a comprehensive review of Shari'ah literature, this research examines the historical perspectives embedded in Islamic jurisprudence regarding celestial bodies, with a particular emphasis on the moon's significance. The study navigates through the rich tapestry of ancient philosophical traditions, unearthing the influences that have shaped Islamic thought on cosmic matters. By juxtaposing these philosophical underpinnings with contemporary scientific insights, the article illuminates the evolving dialogue between tradition and innovation within the Islamic legal framework. Central to the analysis is the examination of claims made within Shari'ah discourse regarding lunar exploration and potential human habitation. The article critically evaluates the compatibility of such assertions with prevailing scientific understandings, addressing the intricate interplay between religious doctrine and empirical knowledge.

Keywords: *Moon, Conquest, Shari'ah Discourse, Ancient Philosophy, Modern, Science.*

تمہید

ایمان کا ظاہری معنی عموماً یہ کیا جاتا ہے کہ انسان کا ان تمام دیکھی اَن دیکھی حقیقتوں پر پختہ یقین لانا جنہیں اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ نبیوں اور رسل نے ماننے کا حکم دیا ہے لیکن اس کی اصل بنیاد "ایمان باللہ" ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی وحدانیت، اس کی کامل قدرت، اس کی صفات کاملہ کی معرفت کا ایسا پختہ یقین دل میں قائم ہو جائے کہ انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی راسخ ہو جائے۔ اس کا دل و دماغ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے معمور ہو جائے اور وہ مجسم بندگی میں ڈھل جائے۔ اس یقین اور اعتماد کو حاصل کرنے کا آسان ترین ذریعہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر غور و فکر کرے اور اسکی صناعی اور قدرت کا باریک بینی سے مشاہدہ کرے۔ کائنات کی عظمت اور وسعت میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کو تلاش کرے۔ یہی ایمان باللہ کا اصل مقصد ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو کائنات کے راز جاننے اور تخلیق کے مراحل کو سمجھنے اور مشاہدہ کرنے پر متعدد بار دعوت دی ہے۔ خالق کائنات نے اپنی ان گنت نشانیاں انسان کے غور و فکر اور تدبر کے لئے پھیلا کر

CC BY

رکھ دی ہیں تاکہ انسان ان نشانیوں کو تلاش کر کے حصول ایمان کا بہترین راستہ اختیار کرے۔یہی وجہ ہے کہ انسان کائنات کے جس گوشے کا بھی مشاہدہ کرتا ہے تو ہر چیز اسے ایک دعوت فکر دیتی ہوئی نظر آتی ہے اور معرفت الٰہی کا ایک جہان کھل جاتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَتَصْرِیْفِ الرِّیَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیَاتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ [1]

ترجمہ: یقیناً زمین وآسمان کی تخلیق، دن اور رات کی تبدیلی، وہ جہاز جو لوگوں کے لیے منفعت بخش اشیاء کے ساتھ سمندر میں سفر کرتے ہیں اور اس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا جس کے ذریعے بنجر زمین کو زندہ کیا اور چوپائیوں کو پھیلا دیا اور ہواؤں کو چلانے میں اور زمین و آسمان میں مسخر کیے گئے بادلوں میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

کائنات کی ان تمام حقیقتوں پر غور و فکر کے نتیجے میں خالق کائنات کا جو عظیم مظہر دل میں جاگزیں ہو گا اور جو معرفت حاصل ہو گی وہی ایمان کی اصل بنیاد اور منبع ہے۔

محیرات العقول سے متعلق اسلامی فلسفہ

دنیا میں ایسے واقعات کا وقوع پذیر ہونا جس کو عقل سرے سے تسلیم ہی نہ کرے یا اس کے تسلیم کرنے میں انسانی ذہن کو مشکل واقع ہو ایسا عام طور پر ممکن ہے لیکن یہ بات اسلامی شریعت یا اس کی تعلیمات کی رو کے خلاف نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی بے شمار مخلوقات میں چند ایک کو محیر العقول طاقتیں عطا کی ہوئی تھیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان مردود کو بہت زیادہ طاقت دی ہے پل بھر میں وہ ہزاروں میل دور پہنچ جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہی اسے آسمان و زمین میں سفر کرنے کی طاقت دی ہے۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِیدًا وَشُهُبًا۔وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ یَسْتَمِعِ الْاٰنَ یَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَصَدًا۔[2]

ترجمہ: یقیناً ہم نے آسمان کو مس کیا تو ہمیں معلوم ہوا کہ وہ سخت محافظوں اور انگاروں سے پر ہے۔اور ہم (اس سے قبل ملائک کی باتیں) سننے کو بعض مقامات پر بیٹھ جاتے تھے۔سو اب جو بھی کان لگاتا ہے تو وہ اپنی گھات میں آگ کا شعلہ موجود پاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کا مفہوم ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ ایک مرتبہ کچھ اصحاب کے ساتھ عکاظ بازار تشریف لے گئے۔انہی ایام میں اخبارِ سماویہ اور شیاطین کے مابین کوئی چیز حائل کر دی گئی تھی اور ان پر آگ کے شعلے پھینکے جاتے تھے۔شیاطین آپس میں باتیں کرنے لگے کہ ضرور کچھ نیا ہوا ہے جس کی وجہ سے اتنی سختی ہو گئی ہے۔تلاش میں وہ مشرق و مغرب میں پھیل گئے۔ان کی ایک جماعت تہامہ کی طرف گئی تو وہاں عکاظ میں آپ ﷺ کو صحابہ کو نماز پڑھاتے اور قرآن کی تلاوت کرتے سنا تو سمجھ گئے کہ یہی وہ چیز ہے۔پھر واپس آ کر اپنی قوم سے کہا کہ بیشک ہم نے ایک ایسی چیز یعنی قرآن سنا ہے جو سیدھی راہ کی ہدایت دیتا ہے۔ہم اس پر ایمان لاتے اور اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے کا اقرار کرتے ہیں۔[3]

یہ حدیث معمولی ترمیم کے ساتھ مگر اسی مفہوم سے صحیح مسلم اور ترمذی میں بھی روایت کی گئی ہے۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ شیاطین کو آسمان اور زمین کے درمیان سفر کرنے کی اہلیت دی گئی ہے۔اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام ہوائی سفر کیا کرتے تھے ہوا اور پانی ان کے تابع تھے اور اُن کو اللہ تعالیٰ نے مختلف محیر العقول معجزات سے نوازا ہوا ایسے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک وزیر جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف جو اسم اعظم جانتا تھا جس نے پلک جھپکنے سے پہلے ہزاروں میل دور موجود ملکہ بلقیس کا شاہی تخت سامنے حاضر کر دیا تھا۔ سورۃ نمل میں یہ مکمل واقعہ مذکور ہے۔[4] ایسے واقعات اگرچہ محیر العقول ہیں تاہم عصر حاضر کی جدید ایجادات اور فنون نے ایسی چیزوں کی تفہیم کافی حد تک آسان بنا دی ہے۔مثال کے طور پر جس زمین پر ہم آباد ہیں چھیاسٹھ ہزار چھ سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سورج کے گرد چکر لگاتی ہے۔کرہ ارضی کی جسامت اور مدار میں برق رفتاری سے حرکت کے یقین کے باوجود ہم اس کے احساس سے عاری ہیں۔گویا اس میں کسی قسم کا شک

وشبہ نہیں۔اسی طرح ملکہ بلقیس کے بھاری بھر کم تخت کا پلک جھپکنے میں ایک سے دوسری جگہ واقع ہو جانا ممکن ہے۔ ظاہر ہے کہ چشم زدن میں تخت کی ایک سے دوسری جگہ منتقلی میں بھی اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کارفرما تھی۔ یہ اس فرد کی ذاتی خوبی ہر گز نہ تھی۔اسی طرح قرب قیامت میں "دجال" کو بھی بہت سی محیر العقول طاقتیں حاصل ہوں گی۔ وہ مردوں کو زندہ کرے گا۔اس کے ساتھ اس کی خود ساختہ جنت جہنم ہوگی۔اپنے ماننے والوں کو جنت اور نہ ماننے والوں کو جہنم میں داخل کرے گا۔ بارش برسائے گا، کھیتی پکائے گا۔ کچھ ہی لمحوں میں زمیں میں اِدھر سے اُدھر سفر کرے گا۔ ایک طویل روایت جس میں دجال کی طاقتوں میں ایک طاقت کاذکر ہے میں آتا ہے کہ:

"فاذا رآہ المؤمن، قال: یاأیھاالناس ھذاالدجال الذی ذکررسول اللّٰہﷺ،قال: فیأمرالدجال بہ فیشبح،فیقول خذوہ وشجوہ،فیوسع ظھرہ وبطنہ ضربا،قال:فیقول:أو ماتؤمن بی؟قال: فیقول:أنت المسیح الکذاب،قال:فیؤمربہ بالمئشارمن مفرقةحتی یفرق بین رجلیہ،قال:ثم یمشی الدجال بین القطعتین،ثم یقول لہ قم،فیستوی قائما،قال ثم یقول لہ أتؤمن بی؟ فیقول:ماازددت فیک إلابصیرة۔"[5]

ترجمہ: جب بندہ مومن اِس دجال کو دیکھے گا تو کہے گا کہ اے لوگو! یہ دجال ہے جس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی تھی۔ دجال اپنے لوگوں کو حکم دے گا تو اس کا سر پھوڑا جائے گا اور کہے گا کہ اسے پکڑو، سر پھوڑو،اُس کے پیٹ اور پیٹھ پر بھی مارا جائے گا۔ پھر دجال پوچھے گا کہ تم مجھ پر ایمان لاتے ہو؟ وہ جواب دے گا کہ تو مسیح کذاب ہے۔ پھر دجال کے حکم سے بندہ مومن سر سے پاؤں تک چیر دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ دو ٹکڑوں میں بٹ جائے گا۔ پھر دجال ٹکڑوں کے مابین چلے گا اور کہے گا کہ کھڑا ہو۔ وہ شخص اٹھ کر کھڑا ہو گا (یعنی دوبارہ زندہ ہو جائے گا) پھر دجال اُس سے پوچھے گا کہ کیا اب تم مجھ پر ایمان لے آئے؟ وہ کہے گا کہ اب تو مجھے اور زیادہ یقین ہو گیا کہ تم دجال ہو۔

مذکورہ بالا روایت میں واضح ہے کہ دجال کو ایسی طاقت حاصل ہو گی جس سے وہ اس دنیا کے ایک انسان کو ہزاروں لوگوں کے سامنے قتل کرے گا اور پھر اسے زندہ کر دے گا۔ دیکھا جائے تو یہ واقعہ یقین کرنے کے لائق نہیں مگر اللہ تعالیٰ مومنین کے ایمان کو آزمانے کے لئے دجال کو یہ اپنی قدرت سے یہ طاقت دیں گے کہ وہ مردہ کو زندہ کر سکے گا۔اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ مشکوۃ شریف میں بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ مذکور ہے:

"أن عمربعث جیشاوأمرعلیھم رجلایدعی ساریةفبیناعمریخطب فجعل یصیح:أمیر المؤمنین لقیناعدونافھزمونافإذابصائح یصیح:یاساریةالجبل.فأسندناظھورناإلی الجبل فھزمھم اللہ تعالی۔"[6]

ترجمہ: عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر بھیجا اور سپہ سالار ساریہ نامی شخص کو بنایا۔اسی اثناء میں کہ عمر رضی اللہ عنہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو انہوں نے (دوران خطبہ) اچانک اونچی اور بلند آواز میں کہنا شروع کر دیا کہ ساریہ! پہاڑ کی جانب متوجہ ہو ۔لوگ بہت حیران ہوئے ۔جب لشکر سے ایک وفد آیا اور اس نے کہا کہ امیر المومنین! دشمن ہمارا گھیراؤ کر چکا تھا اور ہم شکست کھانے ہی والے تھے کہ اچانک کوئی چلا چلا کر کہہ رہا تھا کہ ساریہ پہاڑ کی جانب متوجہ ہو ۔ چنانچہ ہم متوجہ ہوئے اور پہاڑ کو اپنا سہارا بنالیا پھر اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کو شکست سے دوچار کر دیا۔

یہ نہاوند ایران بھیجے جانے والے لشکر کی روداد ہے جس کا سالار آپ نے ساریہ کو بنایا تھا۔روایات میں آتا ہے کہ حضرت عمر سے بعض صحابہ نے اس بابت دریافت کیا تو آپ نے کہا کہ مجھے اچانک مسلمانوں کا میدان جنگ کا منظر نظر آیا اور میں بے اختیار چلا اٹھا۔اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کے ذریعے اسلامی لشکر کو سینکڑوں میل دور ہوتے ہوئے فتح نصیب فرمائی۔ یہ بات محیر العقول ہے کہ مدینہ میں بیٹھا کوئی فرد سینکڑوں میل دور میدانِ جنگ کو دیکھ پائے اور اس کی آواز وہاں تک پہنچ سکے۔یہ اجماع اس امر کا ثبوت واضح اعلان ہے کہ ایسے امور قدرتِ الٰہی کا مظہر اور انسانی عقل سے ماوراہیں۔ محض ماورائے عقل ہونا ان کے تحقق کے منافی نہیں۔

تسخیرِ قمر سے متعلق قدیم فلاسفہ کی آراء کا تجزیہ

بعض فلاسفہ نے چاند کی تسخیر کو ناممکن کہا ہے۔ان کے دلائل میں قرآن مجید کی چند آیات شامل ہیں۔ مثلاً ارشادِ ربانی ہے کہ:

" يَامَعْشَرَالْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَن تَنفُذُوامِنْ أَقْطَارِالسَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانفُذُوالَا تَنفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ." [7]

ترجمہ: اے جن وانس کی جماعت! اگر تم آسمان وزمین کی حد سے باہر نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ تم بغیر زور کے نہ نکل سکو گے۔

قدماء کے مطابق یہ آیت واضح طور پر جن وانس کے لیے اس قدرت کے منافی ہے کہ وہ زمین وآسمان کی انتہاؤں تک رسائی پاسکیں۔ جہاں تک آیت کے مفہوم کا تعلق ہے تو یہ بادی النظر میں تو سمجھا جاسکتا ہے تاہم غور وفکر سے معلوم ہوگا کہ مذکورہ آیت چاند، سورج یا کہکشاؤں کو تسخیر کرنے سے متعلق ہے ہی نہیں بلکہ یہ اللہ تعالی کی قدرت کاملہ کی طرف اشارہ ہے کہ اگر تم زمین وآسمان میں کہیں بھی چلے جاؤ تب بھی میری قدرت سے دور نہ جاسکو گے اور موت تمہیں وہاں بھی پالے گی۔ چنانچہ تفسیر بغوی میں ہے:

"يامعشرالجن والإنس إن استطعتم أن تنفذوا{ أي تجوزوا وتخرجوا }من أقطار السماوات والأرض {أي من جوانبهما وأطرافهما،} فانفذوا{ معناه إن استطعتم أن تهربوا من الموت بالخروج من أقطار السموات والأرض: فاهربوا واخرجوا منها. [والمعنى] حيثما كنتم أدرككم الموت۔"[8]

ترجمہ: جنات اور انسانوں کی استطاعت اور طاقت کو چیلنج دیا جارہا ہے کہ اگر تم زمین کے مدار سے نکل کر آسمانوں کی طرف چلے جاؤ حالانکہ تم اس کی طاقت بھی نہیں رکھتے اگر بالفرض اس کی طاقت تمہیں مل بھی جائے تب بھی موت سے چھٹکارا کیونکر ممکن ہے؟

جبکہ بعض مفسرین نے اس آیت میں خطاب کا تعلق آخرت سے قرار دیا ہے کہ جب انسان اور جنات کے متعلق عذاب کا فیصلہ ہو جائے تو انسان اور جنات اس فیصلے سے بھاگنا چاہیں گے مگر وہ دیکھیں گے کہ فرشتے زمین وآسمان کے اطراف میں احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ تفسیر رازی میں ہے:

الظاهر فيه أنه في الآخرة،فإن الجن والإنس يريدون الفرار من العذاب فيجدون سبعة صفوف من الملائكة محيطين بأقطار السموات والأرض، والأولى ما ذكرنا أنه عام بمعنى لا مهرب ولا مخرج لكم عن ملك الله تعالى، وأينما توليتم فثم ملك الله، وأينما تكونوا أتاكم حكم الله۔[9]

ترجمہ: اللہ تعالی کی طرف انسانوں اور جنات کو یہ خطاب دنیا کے اعتبار سے نہیں بلکہ آخرت کے اعتبار سے کیا جارہا ہے کہ جب وہ اپنے متعلق کوئی ایسا فیصلہ سنے گے جو ان کے موافق نہیں ہوگا تو بھاگنے کی کوشش کریں گے لیکن وہ فرشتوں کو جوق در جوق صف باندھے ہوئے اپنے سامنے پائیں گے اور اگر وہ کہیں بھاگ بھی جائیں تب بھی اللہ کا حکم وہاں ان کو آلے گا۔

بعض فلاسفہ نے چاند پر رسائی اس لئے محال قرار دی کہ ان کا کہنا ہے کہ چاند آسمان پر ہے اور وہاں فرشتوں کا پہرہ ہے۔ دلیل ان کی قرآن مجید کی آیت مبارکہ ہے:

"تَبَارَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرَاجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا "[10]

ترجمہ: بڑا برکت والا ہے وہ جس نے آسمان میں ستارے بنائے اور اس میں چراغ اور چمکتا ہوا چاند بھی بنایا۔

جبکہ سورۃ نوح میں ہے کہ:

"اَلَمْ تَرَوْا كَیْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا،وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُوْرًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا "[11]

ترجمہ: کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے سات آسمان اوپر تلے بنائے ہیں۔ اور ان میں چاند کو چمکتا ہوا بنایا اور آفتاب کو چراغ بنادیا۔

مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاند اور سورج کو آسمان میں بنایا ہے اور آسمان تک رسائی کسی انسان اور جن کی بس کی بات نہیں سوائے اسے جس کو اللہ تعالی خاص اپنی قدرت سے نواز کر آسمانوں پر بلائے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کو آسمان دنیا کی سیر کرائی گئی۔ یہ معجزہ خالص اللہ تعالیٰ کے رسول کے ساتھ خاص ہے۔ کوئی انسان اور جن اس طاقت کا حامل نہیں ہوسکتا۔ اس دلیل کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ بلاشبہ چاند اور سورج آسمان میں ہیں مگر آسمان کا لفظ اپنے مفہوم کے اعتبار سے بہت وسعت رکھتا ہے۔ عربی زبان میں جو چیز بلندی پر واقع ہو اسے "سماء" سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسا کہ مفردات القرآن میں ہے:

"(سماء)سماء کل شئ اعلاہ" [12]

ترجمہ: یعنی ہر وہ چیز جو بلند ہو سماء کہلاتی ہے۔

قرآنی زبان واصطلاح میں سماء کا اطلاق آسمان سے نیچے کی فضاء اور سحاب پر بھی ہوتا ہے۔آیتِ مبارکہ " وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً"[13]یعنی ہم نے آسمان سے پانی برسایا اور"وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا" [14]یعنی: ہم نے آسمان سے پاک پانی برسایا۔حالانکہ بظاہر بارش کا پانی بادلوں سے زمین پر برستا ہے۔ان آیات میں بادلوں کے لئے سماء لایا گیا۔چنانچہ برصغیر کے مشہور مفسر مولانا عبدالحق حقانی بھی یہی کہتے ہیں کہ :السماء(آسمان)چند معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔افق کو بھی سماء کہتے ہیں، بادل کو بھی اور آسمان کو بھی۔اصل میں سماء کا اطلاق بلندی والی چیز پر ہوتا ہے۔خواہ وہ بادل ہو خواہ آسمان۔[15]جدید سائنسی تحقیق بھی یہی کہتی ہے کہ چاند، ستارے وغیرہ آسمان کے نیچے ہیں اوپر نہیں۔اس کی تائید حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے:

"ان النجوم قناديل معلقة بين السماء والارض "[16]

ترجمہ: بے شک ستارے آسمان اور زمین کے درمیان نوری زنجیروں میں معلق ہیں۔

مذکورہ بالا روایت نقل کر کے صاحبِ روح المعانی علامہ آلوسی بغدادی لکھتے ہیں کہ:

" وظاهر هذا ان النجوم ليست في جرما فلاك لها كما يقول الفلاسفة المتقدمون بل معلقة في فضاء ويقرب عنه من وجه قول الفلاسفة المحدثين فانهم يقولون بكونها في فضاء ايضاً لكن يقول متجاذبة"[17]

ترجمہ: ستارے وغیرہ آسمانوں میں مرکوز نہیں جیسا کہ قدیم فلاسفہ کا کہنا ہے۔ بلکہ وہ اس فضاء میں معلق ہیں اور اسی سے جدید سائنس کی تائید ہوتی ہے جس کے مطابق ستارے وغیرہ کشش کی طاقت کے ذریعہ معلق ہیں۔

اس موقف کی تائید درج ذیل آیت مبارکہ سے بھی ہوتی ہے کہ:

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ [18]

ترجمہ: بیشک ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں (ستاروں) سے آراستہ کیا۔

آیات میں لفظ"السماء الدنیا"یعنی آسمانِ دنیا غور طلب ہے۔بظاہر آسمان کا نیچے کا حصہ یا نیچے کی فضاء مراد ہے۔یعنی جس طرح چھت میں قندیل لٹکا ہوا ہوتا ہے جس سے چھت کی آرائش ہوتی ہے بالکل اسی طرح آسمان کے نیچے چاند، سورج، ستارے، آویزاں ہیں۔جن سے سقف آسمان آراستہ ہو رہی ہے۔مندرجہ بالا آیات اور ان کی تفسیر میں مختلف مفسرین کی آراء سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ انسان کا چاند کی تسخیر کرنا یا اس سے بھی آگے کہکشاؤں کی کھوج اسلامی تعلیمات اور فطرت کے منافی نہیں بلکہ عین مطابق ہے کیونکہ یہ خالق کی تخلیق میں فکر و تدبر اور تسخیرِ کائنات کے عمومی انعام کی تحدیث و تشکر ہے جو سراسر اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے۔

نتیجہ بحث

کائنات کے حیرت انگیز اسرار و رموز کے ادراک کی صلاحیت انسان کو عطا کی گئی ہے۔کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی، کمالات کا مجموعہ اور اسرار و رموز کا پوشیدہ خزانہ ہے۔جو کوئی دنیاوی منافع کا حصول چاہتا ہے جب تک وہ اللہ کی پیدا کردہ ان اسرار و رموز کی حقیقت سے پردہ نہ اٹھائے، اس پر اپنی توجہ صرف نہ کرے اور ان کی خصوصیات و فوائد کے لئے تحقیق نہ کرے تب تک وہ ان سے کماحقہ مستفید نہیں ہو سکتا۔البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ آج سائنس کی ترقی کا دور ہے۔مادیت کا دور دورہ ہے اور ہر کوئی سائنس، فلسفہ اور ٹیکنالوجی سے متاثر نظر آتا ہے۔سائنسی اکتشافات پر غور و فکر سے اندازہ ہو گا کہ کسی شئے میں کوئی خصوصیت یا نظام سائنسدانوں کا تخلیق کردہ نہیں۔یہی وجہ ہے کہ آج جدید سائنس ترقی کی معراج کو چھونے کے بعد بھی چاہے تو "مکھی کا ایک پر بھی بنا نہیں سکتی۔" [19]اس تمام ترقی میں سائنسدانوں کی ذاتی ایجاد و تخلیق کا کوئی حصہ نہیں۔درحقیقت یہ تمام سائنس اللہ عزوجل کی اپنی مخلوق میں ودیعت کردہ کمالات کی تحقیق و تفتیش اور انہیں اپنے منافع میں استعمال کرنے کی ایک کوشش کا نام ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا کردہ مخلوق کو دی گئی نعمت کو استعمال کر کے سائنس ترقی کا

یہ زینہ طے کر پائی ہے۔ اگر کوئی چاند کی تسخیر ممکن بناتا ہے تو وہ بھی الٰہی اصولوں کے مطابق دریافت کرتا ہے۔ یہ تمام ایجادات اور ترقی دراصل "الٰہی اصولوں" کی مرہون منت ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو ودیعت کیے ہیں کہ وہ دنیا میں اللہ کے تخلیق کردہ حیاتی نظام کی تلاش کرے اور ان کا بہترین استعمال کیا جائے۔ قیامت تک سائنس جتنی ایجادات کرے اور کائنات کو جتنا مسخر کیا جائے وہ اسلام کو نقصان نہیں بلکہ فائدہ دے گا۔ جدید سائنسی ترقی نے ہمیں غور و فکر کے نئے وسائل مہیا کیے ہیں چنانچہ جس طرح روزافزوں سائنس ترقی کرتی جارہی ہے قرآن اپنے معجزاور ناقابل تسخیر ہونے کے دلائل مہیا کرتا جارہا ہے اور یہ سلسلہ تاقیامت چلتا رہے گا۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] سورۃالبقرۃ2:164۔
Al-Qur'ān 2:164.

[2] سورۃالجن72: 8-9۔
Al-Qur'ān 72:8 – 9.

[3] مسلم،ابوالحسین بن الحجاج القشیری،**صحیح مسلم**،(ریاض: دارالحضارۃ للنشر والتوزیع،2015ء)،کتاب الصلوٰۃ،باب الجهر بالقراءة في الصبح والقراءة على الجن ،رقم الحدیث:449۔
Muslim, Abū al Ḥussain Bin Al Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim, (Riyadh: Dār al Ḥadharah, 2015) Ḥadīth No. 449.

[4] سورۃالنمل27:40۔
Al-Qur'ān 27:40.

[5] مسلم،**صحیح مسلم**،كتاب الفتن وأشراط الساعة،باب في صفة الدجال وتحريم المدينة عليه،رقم الحدیث:6102۔
Muslim, Ṣaḥīḥ Muslim, Ḥadīth No. 6102.

[6] خطیب تبریزی،ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ،**مشکوۃ المصابیح**،(کراچی: قدیمی کتب خانہ،2009ء)،كتاب الفضائل والشمائل،رقم الحدیث:5954۔
Khaṭīb Tabraizi, Abū Abdullāh Muhammad Bin Abdullāh, Mishkāt al Maṣābīḥ, (Karachi: Qadīmī Kutub Khāna, 2009), Ḥadīth No. 5954.

[7] سورۃالرحمٰن55:33۔
Al-Qur'ān 55:33.

[8] البغوی، محیی الدین،ابو محمد حسین،**معالم التنزیل**،(مدینہ منورہ: دارالطیبۃ للنشر والتوزیع،2019ء)،448/7۔
Al Baghwī, Muḥyuddīn, Abū Muhammad Hussain, Ma'ālim al Tanzīl, (Madīnah: Dār al Taibah, 2019), Vol.7, P.448.

[9] الرازی، فخر الدین محمد بن عمر،**مفاتیح الغیب**،(بیروت: داراحیاءالتراث العربی،1999ء)،361/29۔
Al Rāzī, Fakhr ud Dīn Muhammad Bin Umar, Mafātīḥ Al Ghaib, (Beirut: Dar Iḥyā al Turāth Al Arbi, 1999), Vol. 29, P. 361.

[10] سورۃالفرقان25:61۔
Al-Qur'ān 25:61.

[11] سورۃنوح70 : 15-16۔
Al-Qur'ān 70: 15- 16.

[12] الراغب الاصفہانی،الامام،**مفردات القرآن**،(دمشق: دارالقلم2014ء)،243/1۔
Al Rāghib Al Aṣfahānī, Imām, Mufradāt al Qur'ān, (Damascus: Dār al Qalam, 2014), Vol. 1, P. 243.

[13] سورۃالبقرۃ2:22۔
Al-Qur'ān 2:22.

[14] سورۃالفرقان25:48۔
Al-Qur'ān 25:48.

[15] حقانی، مولانا عبدالحق، **تفسیر فتح المنان**،(کراچی: میر محمد کتب خانہ آرام باغ،2011ء)،89/2۔
Haqqānī, Mawlānā Abdul Ḥaq, Tafsīr Fatḥ al Mannān, (Karachi: Mīr Muhammad Kutub Khāna, 2011), Vol. 2, P. 89.

[16] الآلوسی، محمد شہاب الدین،**روح المعانی**،(قاہرۃ: ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ،1999ء)،50/3۔
Al Ālūsī, Muhammad Shihāb ud Dīn, Rūḥ al Ma'ānī, (Qairo: Idārah al Ṭibaah Al Munīriyah, 1999), Vol. 3, P. 50.

[17] ایضاً۔
Ibid,

[18] سورۃالملک67:5۔
Al-Qur'ān 67:5.

[19] سورۃالحج22:73۔
Al-Qur'ān 22:73.